Regd No L 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

تار کا پتہ:۔ الفضل لاہور ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

روزنامہ

الفضل

لاہور

یوم:۔ پنجشنبہ

شرح چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ ؍؍
سہ ماہی ۷ ؍؍
ماہوار ۲/۱-۲ ؍؍
فی پرچہ ۱؍

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

جلد ۷/۶ | ۱۵ صلح ۱۳۳۲ ھش ۔ ۱۵ جنوری ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۳

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

"کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں۔ کہ ایک بے زر۔ بے زور۔ بے کس امی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں کہ ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی۔ ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی۔ اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے۔ اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں۔ اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا۔ کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا۔ اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔" (براہین احمدیہ حصہ دوم)

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۲ ؍جنوری۔ (بذریعہ ڈاک) سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ناخن پر جو چوٹ لگی تھی۔ اس کی تکلیف ابھی باقی ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

تیل کے جھگڑے کے تصفیہ پر کچھ کامیابی ہوئی ہے

لنڈن ۱۴ ؍جنوری۔ تہران میں امریکہ کے سفیر ہینڈرسن اور ڈاکٹر مصدق کے درمیان ایرانی تیل کے بارے میں جو بات چیت ہو رہی ہے۔ اس میں کچھ کامیابی پیدا ہوئی ہے۔

پنجاب میں اس سال کے آخر تک ایک ہزار ٹیوب ویل لگائے جائیں گے

ان ٹیوب ویلز کے ذریعہ پندرہ لاکھ ایکڑ زمین سیراب کی جا سکے گی

لاہور ۱۴ ؍جنوری۔ پنجاب کے محکمہ امداد باہمی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس سال کے آخر تک صوبہ میں ایک ہزار ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ امید ہے کہ اس سے پندرہ لاکھ ایکڑ زمین سیراب ہو گی۔ آنے والی گرمیوں سے پہلے پانچ سو ٹیوب ویل لگانے کے انتظامات مکمل کر لئے گئے ہیں۔ یہ ٹیوب ویل پچیس یونٹوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ہر یونٹ میں ... ٹیوب ویل ہوں گے۔ امید ہے کہ بیس ٹیوب ویل تیس ہزار ایکڑ زمین کو سیراب کر سکیں گے۔ ان کنوؤں کے دو یونٹ صوبہ کے ہر ضلع میں ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک دس سے بارہ میل تک کے رقبے میں پھیلا ہوا ہو گا۔ ڈیرہ غازیخاں اور شیخوپورہ کے اضلاع اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ امداد باہمی کی ٹیوب ویل کی انجمنوں کو جو مالکان زمین اور مزارعین پر مشتمل ہوں گی۔ اپنے اپنے علاقے کے انتظام کی دیکھ بھال کے اختیار دئیے جائیں گے۔ ان انجمنوں کی رکنیت کے لئے ایک حصے کی قیمت ایک سو روپیہ مقرر کی گئی ہے۔ ہر مالک زمین جس کے پاس چار ایکڑ سے زیادہ زمین ہو گی۔ اسے ہر چار ایکڑ یا اس سے کم پر ایک حصہ خریدنا ہو گا۔ مزارعوں اور ان زمینداروں کے لئے جن کے پاس چار ایکڑ سے کم زمین ہو گی۔ ایک حصہ خریدنے کی ضرورت ہو گی۔ جس کا پچیس فیصدی پہلے ادا کرنا ہو گا۔ باقی دس سالہ مساوی قسطوں کے حساب سے ادا کرنا ہو گا۔

ٹیوب ویل کی انجمنوں کی جو ہر یونٹ میں کام کریں گی۔ ایک یونین ہو گی۔ جس کا مقصد کنوئیں لگانے کے سلسلہ میں مشینری فراہم کرنا۔ جہاں ضرورت ہو وہاں بجلی پیدا کرنے کے لئے ضروری سامان بہم پہنچانا سرمایہ مہیا کرنا اور دیگر ایسی تدابیر کرنا ہو گا۔ جو ملحقہ انجمنوں کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہوں۔ ان انجمنوں کے لئے مالی امداد سنٹرل کوآپریٹو بنکوں سے قرضوں کی صورت میں دی جائیگی۔ تھل میں جو ٹیوب ویل بنائے جائیں گے۔ ان کے لئے کچھ مالی مدد تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی سے دی جائے گی۔

ناجائز پرواز کے سلسلہ میں جاپان کی روس کو تنبیہ

امریکہ جاپان کی حمایت پر

واشنگٹن ۱۴ ؍جنوری۔ امریکہ کے وزیر دفاع نے اعلان کیا ہے۔ کہ جاپان نے اپنے علاقہ پر ناجائز پرواز کے سلسلہ میں روس کو جو تنبیہ کی ہے۔ امریکہ اس سلسلہ میں جاپان کی حمایت کرتا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں امریکی کمانڈر انچیف کو پورا پورا اختیار دے دیا گیا ہے۔ کہ وہ ناجائز پرواز کے سلسلہ میں جو کارروائی ضروری سمجھیں۔ اس کو اختیار کریں۔

ہندو مہا سبھا کے صدر کی دھمکی

نئی دہلی ۱۴ ؍جنوری۔ ہندو مہا سبھا کے صدر این سی چیٹرجی نے خبردار کیا ہے۔ کہ کشمیر میں رائے شماری کرانے کی جو پیشکش حکومت ہند نے کی ہوئی ہے۔ اگر اسکو واپس نہ لیا گیا۔ تو پھر پرجا پریشد کی تحریک سارے ہندوستان میں پھیل جائے گی۔

برطانیہ نے سوڈان کے بارے اپنا رویہ سخت کر لیا

خرطوم ۱۴ ؍جنوری۔ خرطوم میں مصر اور سوڈان کی بڑی بڑی پارٹیوں کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا ہے۔ اس کے بارے میں سوشلسٹ ریپبلیکن پارٹی کے ممبران میں اختلافات پیدا ہونے کی خبر آئی ہے۔ اور معلوم ہوا ہے۔ کہ برطانیہ نے سوڈان کے بارے میں اپنا رویہ اور سخت کر لیا ہے۔

وزیر اعظم پاکستان کی زیر صدارت پاکستان پنجاب

مشترکہ مہاجر کونسل کا اجلاس

لاہور ۱۴ ؍جنوری۔ آج لاہور میں وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین کی صدارت میں پاکستان پنجاب مشترکہ مہاجر کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں گورنر پنجاب مسٹر اسماعیل چندریگر۔ پاکستان کے وزیر مہاجرین بحالیات۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صوبے کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ۔ صوبائی وزیر بحالیات۔ شیخ فضل الٰہی پراچہ۔ پنجاب کے کمشنر بحالیات۔ سید فدا حسن۔ اور متروکہ جائیداد کے ایڈیشنل کسٹوڈین مسٹر ایم۔ اے صوفی نے شرکت کی۔

وزیر بحالیات پنجاب کا چار روزہ دورہ

لاہور ۱۴ ؍جنوری۔ شیخ فضل الٰہی پراچہ وزیر بحالیات و آبادکاری ۱۷ ؍جنوری کو بروز ہفتہ چار روز کے لئے چنیوٹ اور سرگودھا کے دورے کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ موجودہ پروگرام کے مطابق وہ ۲۱ ؍جنوری ۱۹۵۳ء کو بروز بدھ لاہور واپس آجائیں گے۔

اٹلی میں ہنگامے اور مظاہرے

روم ۱۴ ؍جنوری۔ آج اٹلی میں انتخاباتی اصلاحات کے بل کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے۔ جن میں کئی مظاہرین کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ مظاہرے ملک کی کمیونسٹ پارٹی نے شروع کرا رکھے ہیں۔ اور مظاہرین کی پولیس سے جھڑپیں بھی ہو چکی ہیں۔ جن میں کئی آدمی زخمی ہو چکے ہیں آجکل ایوان نمائندگان میں اس بل پر بحث ہو رہی ہے۔

ہندوستان کے کمانڈر انچیف کی سبکدوشی

نئی دہلی ۱۴ ؍جنوری۔ ہندوستانی فوجوں کے کمانڈر انچیف جنرل کری اپا آج اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔ ان کی جگہ لیفٹیننٹ جنرل راجندر سنگھ جی کو کمانڈر انچیف بنایا گیا ہے۔ وہ کل اپنے عہدہ کا چارج لے لینگے۔

ڈھاکہ ۱۴ ؍جنوری۔ ڈھاکہ میڈیکل کالج کو تسلیم کرنے کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے آج کل پاکستان میڈیکل کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے۔ مسٹر نور الامین نے اس کے متعلق کہا ہے۔ کہ مجھے امید ہے کہ کونسل اس کالج کو منظور کرے گی۔ کالج کے طلباء نے جو ہڑتال کر رکھی تھی۔ وہ بھی ختم کر دی گئی ہے۔

مارشل ٹیٹو یوگوسلاویہ کے صدر منتخب کر لئے گئے

بلغراد ۱۴ ؍جنوری۔ نئے دستور کے تحت جس کا کل اعلان ہوا ہے۔ مارشل ٹیٹو یوگوسلاویہ کے پہلے صدر منتخب کر لئے گئے ہیں۔ مارشل ٹیٹو پچھلے آٹھ سال سے یوگوسلاویہ کے وزیر اعظم تھے۔ گو ان کی حیثیت صدر کی بھی تھی۔ نئے انتظام کے تحت وہ وزیر اعظم کا کام بھی کریں گے۔

اگلے دو سال میں مشرقی بنگال خوراک کے معاملہ میں خود کفیل ہو جائیگا

ڈھاکہ ۱۴ ؍جنوری۔ مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ مسٹر نور الامین نے کل ایک ملاقات میں کہا۔ کہ مشرقی بنگال دو سال کے اندر اندر اپنی غذائی ضروریات خود پوری کرنے لگے گا۔ انہوں نے کہا۔ کہ غذائی پیداوار بڑھانے کے متعلق جو منصوبے تیار کئے گئے ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے بعد صوبہ کو باہر سے اناج نہیں منگوانا پڑیگا۔ اور صوبہ خوراک کے بارے میں اپنا خود کفیل ہو جائے گا۔

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپوا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

پاکستان کے دستور اساسی کے متعلق بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات پر

تبصرہ

(۲)

پاکستان کے دستور اساسی کے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ انگریزی میں شائع ہوئی ہے۔ اور انگریزی ایک غیر ملکی زبان ہے۔ آئندہ جو کوئی بھی جھگڑا بنیادی اصول کے متعلق ہوگا۔ اس میں بنیادی اصولوں کی رپورٹ کے حوالہ جات پر بحث کی جائیگی اور جو قانون بھی بنے گا۔ وہ اس رپورٹ کے اصول کو اپنے اندر شامل کرے گا۔ پس اس کے معنے یہ ہیں کہ آئندہ سو دو سو تین سو سال کے بعد اگر کوئی جھگڑا پاکستان کے دستور اساسی کے متعلق پیدا ہو تو وہ ایسے لوگوں کے سپرد کیا جائے گا۔ جو انگریزی جانتے ہوں، حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ وہ رپورٹ یا وہ قانون جو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہمارے ملک کی عمارت کا سنگ بنیاد ثابت ہونے والا ہے، اس کا ترجمہ کسی ایک یا ایک سے زیادہ ملکی زبانوں میں بھی مستند حیثیت میں شائع کیا جاتا۔ تاکہ جب ہمارا ملک انگریزی کے جبہ کو اتار پھینکنے کے قابل ہوتا تو وہ پوری طرح اس کی گرفت سے آزاد ہو سکتا۔ لیکن اب تو انگریزی کو ترک کر دینے کے بعد بھی ہم جب کبھی اپنے دستور اساسی کے متعلق بحث کریں گے۔ تو ہم کو انگریزی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور انگریزی ڈکشنریوں پر انحصار کرنا پڑے گا۔ جو ایک خطرناک بات ہے۔ ٹرکی اور بعض دوسری اسلامی حکومتیں پچھلی تین چار صدیوں میں اسی بنیادی غلطی سے سخت نقصان اٹھا چکی ہیں۔ ٹرکی اور بعض دوسری اسلامی حکومتوں سے جو یورپین اقوام معاہدہ کرتی تھیں۔ وہ ایک شرط یہ رکھوا لیتی تھیں۔ کہ مستند مسودہ معاہدہ کا وہ ہوگا۔ جو فرانسیسی زبان میں ہے۔ اور بوجہ اس کے کہ اسلامی حکومتوں کے کارکنوں کا ایک معتدبہ حصہ اس زبان سے ناواقف ہوتا تھا۔ وہ مستند معاہدہ کے مضمون سے ناواقف رہتا تھا اور ایک ایسی چیز پر دستخط کرتا تھا۔ جس کی باریکیوں کی اسے خبر نہ ہوتی تھی۔ اور جب کبھی یوروپین حکومتوں سے اختلاف پیدا ہوتا۔ تو وہ فرانسیسی ترجمہ کی بنیاد پر اپنی بات منوانے پر مصر ہوتی تھیں۔ اور مسلمان نقصان اٹھاتے تھے۔ بنیادی اصولوں کی رپورٹ کے محض انگریزی میں ہونے کا نتیجہ بھی یہی ہوگا۔ کہ ہم ہمیشہ اپنے بنیادی اصولوں کی تشریح کے لئے انگریزی مقننوں کے محتاج ہونگے

پس ہمارے نزدیک مصدقہ اور مستند تراجم بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کے بھی اور پھر جو قانون اس کے مطابق بنے اس کے بھی بعض پاکستانی زبانوں میں ساتھ کے ساتھ شائع ہو جانے چاہئیں۔ اور یہ فیصلہ ہو جانا چاہیئے کہ آئندہ اس قانون کی بحث کے موقعہ پر وہی تراجم مستند سمجھے جائیں گے جو پاکستانی زبانوں میں پیش کیے گئے ہیں۔

دفعہ ۲ شق ۲

اس دفعہ میں لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کو قرآن اور سنت کی تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے۔ لیکن یہ تشریح کہ قرآن اور سنت سے مراد مختلف اسلامی فرقوں کی تفسیر ہے۔ نہ کہ کسی خاص فرقہ کی تفسیر یا تشریح۔ اس کا کہیں ذکر نہیں بے شک خواجہ ناظم الدین صاحب نے بنیادی اصولوں کے متعلق اپنی تقریر میں جو انہوں نے دستور ساز اسمبلی کے سامنے کی ہے یہ فرمایا ہے کہ میں بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی ایک فرقہ کی بنائی قرآن و سنت کی تشریح دوسرے فرقوں پر ٹھونسی نہیں جائیگی۔ اور یہ کہ اس معاملہ کے متعلق پوری کوشش کی جائیگی کہ یہ تعلیم کسی ایسے فرقہ پر زبردستی نہیں ٹھونسی جائیگی۔ جو اس تعلیم اور تشریح کا معتقد نہ ہو صفحہ ۵، لیکن خواجہ صاحب کی یہ تقریر کافی نہیں اسلئے کہ قانونی لحاظ سے تو پری ایمبل (Pre-amble) جو قانون کے ساتھ درج ہوتی ہے۔ وہ بھی قانون کا حصہ نہیں سمجھی جاتی۔ کجا یہ کہ اس قانون کے پیش کرنے والے کی تقریر اس کا حصہ سمجھی جائے۔ پس خواجہ صاحب کی تقریر میں اس مضمون کا آجانا کافی نہیں۔ اس کو قانون کا حصہ بنانا چاہیئے تاکہ بعد میں اختلافات پیدا نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کا تفرقہ وسیع نہ ہو جائے۔

دفعہ ۲ شق E ۳

اس دفعہ کے نیچے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حکومت کا فرض ہوگا کہ اوقاف زکوٰۃ اور مساجد کی نگرانی کرے۔ اور ان کی مناسب تنظیم کرے۔ یہاں بھی "مناسب" کی کوئی تشریح نہیں کی گئی۔ نہ وقف اور زکوٰۃ کی کوئی تشریح کی گئی ہے۔ وقف کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وقف مفاد عامہ کے متعلق ہوتے ہیں۔ حکومت کو پورا اختیار ہے کہ ایسے اوقاف کی نگرانی کرے۔ تاکہ مفاد عامہ کو نقصان نہ پہونچے۔ ایک وقف علی الاولاد ہوتے ہیں۔ وقف علی الاولاد کا اصول یہی ہے۔ کہ اس کا بنیادی فائدہ تو قوم یا مذہب کو نقصان پہونچانا مقصود ہوتا ہے لیکن اس کا ابتدائی فائدہ اپنی اولاد یا وارثوں کو نقصان پہونچانا مقصود ہوتا ہے۔ جب تک وہ حالات رہیں کہ آمد کا بیشتر یا کچھ حصہ وارثوں کو ملتا ہے۔ اس وقت تک حکومت ایسے وقف کی عام نگرانی تو کر سکتی ہے لیکن اس کی نگرانی اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتی۔ کیونکہ درحقیقت وارث موجود ہیں اور ان کو اس جائداد پر ویسا ہی قبضہ حاصل ہے جیسا کہ دوسرے وارثوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک وقف کسی خاص فرقہ یا مذہب کے فائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ ان اوقاف پر بھی ایسی حکومت کو کوئی تصرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو اس فرقہ یا اس مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ جن اغراض کے لئے وہ وقف ہے۔ ان سے اس حکومت کو کوئی دلچسپی نہیں۔ اور وہ وقف کرنے والے کے مدعا کو پورا نہیں کر سکتی۔ پس ایسے اوقاف کی نگرانی حکومت اس حد تک تو کر سکتی ہے کہ اس وقف کی آمد کو کوئی شخص ذاتی طور پر خرچ نہ کرے۔ لیکن اس حد تک نگرانی نہیں کر سکتی۔ کہ وہ اغراض وقف سے نکال کر اسے کسی اور صورت میں استعمال کرے۔ یہ ذاتی جائداد میں ناجائز تصرف کے برابر ہوگا۔

اسی طرح زکوٰۃ کے متعلق کوئی تشریح نہیں کی گئی۔ اسلامی لحاظ سے زکوٰۃ کے معنے محض حکومت کی آمد کے یا خاص مقاصد کے لئے الگ کی ہوئی آمد کے ہیں۔ پس زکوٰۃ کے الگ صیغہ کے کوئی معنے ہی نہیں۔ زکوٰۃ کی آمد بیت المال کا ایک حصہ ہے۔ لیکن ایک زکوٰۃ ایسی ہے۔ جسکو اپنے طور پر خرچ کرنے کا فرد مجاز ہے۔ جیسے زیوروں یا جمع شدہ روپوں کی زکوٰۃ۔ ایسی زکوٰۃ پر حکومت کا تصرف تمدنی تعلقات کو بگاڑنے والا ہوگا۔ اور جو زکوٰۃ حکومت کی ہے وہ تو ریوینیو کا حصہ ہے۔ اس کے لئے کسی الگ محکمہ کی نہ ضرورت ہے نہ اس میں کوئی حکمت ہے۔ جس کی تشریح کی ضرورت تھی۔ اور جو موجودہ قانون میں موجود نہیں وہ یہ تھی کہ زکوٰۃ کی وہ تمام اقسام جن کی وصولی حکومت کے ذمہ ہے۔ اور جو حکومت کے خزانہ میں داخل کی جاتی ہیں۔ قانون پاکستان میں ان کو مالیات (یعنی ریوینیو) کا حصہ قرار دیا جائے گا۔ اور حکومت پاکستان اس بات کا خیال رکھے گی کہ جہاں جہاں شریعت اسلامیہ نے زکوٰۃ کے کسی حصہ کا کوئی خرچ مقرر کیا ہے۔ اس مد کا ایک حصہ ایسے لوگوں یا گروہوں پر ضرور خرچ کیا جائے۔ اسی طرح یہ کہ زکوٰۃ جن چیزوں پر واجب ہے ان کے متعلق حکومت کے ٹیکس کسی صورت میں نصاب زکوٰۃ سے کم نہیں ہوں گے۔

اس وقت بعض چیزیں ایسی ہیں جن پر شریعت زکوٰۃ مقرر کرتی ہے۔ لیکن ہماری حکومت نے ان پر کوئی ٹیکس مقرر نہیں کیا۔ مثلاً جانور ہیں جانوروں کی مختلف تعدادوں پر شریعت نے ٹیکس مقرر کئے ہیں۔ لیکن ہماری حکومت نے ان پر کوئی ٹیکس مقرر نہیں کیا۔

انتظام مساجد کے متعلق بھی کوئی تشریح نہیں کہ آیا اس سے یہ مراد ہے کہ مساجد کی مرمت کے لئے روپے خرچ کئے جائیں گے۔ یا یہ مراد ہے کہ مساجد کے امام حکومت مقرر کیا کرے گی۔ اگر مساجد کے امام مقرر کرنے کا سوال ہے۔ تو پھر یہ مذہب میں دخل اندازی ہو جائے گی۔ کیونکہ مختلف فرقوں کی الگ الگ مساجد ہیں۔ اور ان میں انہی کے امام ہو سکتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی جماعت کی امامت کرے جو کہ اسکو پسند نہیں کرتی۔ اس پر لعنت ہے (ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فیمن امّ قوماً وھم لہ کارھون) اگر اس قسم کے امام مقرر کئے گئے۔ تو پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق وہ لعنتی امام ہوں گے۔

دفعہ ۲ شق ۵

میں لکھا گیا ہے۔ کہ ایسے قانون بنائے جائیں کہ قرارداد مقاصد کے متعلق ہر قسم کی باغیانہ اور تباہ کن کارروائیوں کا سدباب ہو جائے۔ اس دفعہ کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ قانون کے کسی حصہ کے متعلق بھی باغیانہ اور مفسدانہ کارروائیاں ناجائز ہوتی ہیں۔ اور قانون کے تمام حصوں کا احترام نہایت ضروری ہے۔ قانونی طور پر ان کے بدلنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ لیکن باغیانہ اور مفسدانہ کارروائیاں کرنا کسی حصۂ قانون کے متعلق بھی جائز نہیں۔ ورنہ حکومت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔ اور اگر ایسے حالات پیدا ہوں تو حکومت کا فرض ہے۔ کہ یا انکو مٹا دے یا آپ مٹ جائے ورنہ وہ حکومت نہیں ایک غاصبانہ قبضہ ہے۔ پس اس قاعدہ کی ضرورت ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسا قانون قرارداد مقاصد کی تقویت پر اتنا زور نہیں دیگا۔ جتنا کہ قانون کے دوسرے حصوں کے کمزور کرنے پر زور دے گا۔ پس ہمارے نزدیک ہر قسم کا قانون تو ہونا چاہیئے کہ پاکستان کے تمام قوانین کے متعلق باغیانہ اور مفسدانہ کارروائی کی سرکوبی کی جائے۔ لیکن کسی خاص قانون کو اس کے لئے منتخب کر لینا درست نہیں ؛

دفعہ ۴-۵-۶ میں علماء کے بورڈ بنانے کی تجویز ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دفعات غیر ضروری ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اور اکثریت بھی معمولی نہیں۔ بلکہ بہت بڑی اکثریت ہے تو اگر یہ صحیح ہے کہ قانون ساز اسمبلی باوجود مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل ہونے کے خلاف اسلام قانون بنائے گی۔ اور اگر پاکستان کے عام مسلمان اس خطرے کا احساس رکھتے ہیں۔ تو وجہ کیا ہے کہ وہ پاکستان کی مجالس قانون ساز میں ایسے نمائندے نہ بھجوائیں۔ جو کہ اسلامی آئین کے ماہر ہوں۔ تاکہ یہ خطرہ ہی باقی نہ رہے۔ قرارداد مقاصد کے ریزولیوشن میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ حکومت کا دستور جمہوری ہوگا۔ اور قرآن وحدیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ قرآن حکومت کو امانت قرار دیتا ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسے لوگوں کی امامت کرے جو کہ اس کی امامت پر راضی نہیں تو وہ ملعون ہے یعنی حکومت یا امامت بغیر اکثریت کی رائے کے نہیں ہو سکتی۔ تو جب اسلامی اصول کے مطابق پاکستانی حکومت فوری طور پر مجبور ہوگی اور جب پاکستان کی مجالس قانون جمہوری اصول کے مطابق چنی جائیں گی۔ تو وہ اس بات کا خیال رکھیں گی کہ کوئی قانون ایسا نہ بنے جو روح اسلام کے خلاف ہو اور اگر وہ ایسا نہ کرے گی تو اگلے انتخاب کے موقعہ ملک ان کو باہر کرے گا اور جید علماء کو ان کی جگہ منتخب کرے گا۔ پس یہ خطرہ کہ ان کی فقہ کے خلاف کوئی قانون بن جائے صرف اقلیتوں کو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے مسلمان فرقے جو کہ قلیت میں ہیں مجالس قانون میں ان کی مؤثر نمائندگی نہیں ہوگی۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ مجلس قانون ساز کے مسلم نمائندے ہمارے عقیدے کے نہیں ہوں گے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنا دیں۔ جو ہمارے عقائد اور ہماری فقہ کے خلاف ہو۔ لیکن ایسی اقلیتوں کو مذکورہ بالا بورڈ کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔ کیونکہ بورڈ اکثریت کے نمائندوں پر مشتمل ہوگا۔ پس دو معقول صورتوں میں سے کسی صورت کو اس بورڈ سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اکثریت کی تشریح اور تفسیر کی حفاظت مدنظر ہے تو اکثریت کے نمائندے مجلس قانون میں موجود ہوں گے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ رائے دہندگان کا مذہب مجلس قانون ساز کے نمائندگان کے انتخاب کے وقت اور ہوگا۔ اور جب کوئی مذہبی مسودہ پیش ہوگا۔ تو اس وقت ان کا مذہب بدل جائے گا۔ پس اکثریت کو کسی ایسے بورڈ کی ضرورت نہیں اور اقلیت کو ایسے بورڈ کی اسلئے ضرورت نہیں کہ بہرحال بورڈ نے ان کا نمائندہ نہیں ہونا بلکہ اکثریتوں کا نمائندہ ہونا ہے۔ جن کو کوئی ضرورت نہیں یا معقول حد تک کوئی خطرہ نہیں اگر ہم قانون اسی بنیاد پر بنائیں گے کہ ہمارے عوام الناس اپنے حقوق کے محافظ نہیں ہو سکتے۔ ہم چند لوگوں نے ان کے حقوق کا محافظ بننا ہے تو پھر قانون ساز اسمبلی کی ساری کاروائی باطل ہے اور جمہوریت کا نام لینا بالکل غلط ہے۔ اس صورت میں ہمیں یوں کہنا چاہیئے کہ ابھی پاکستان کے عوام اپنے حقوق کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے ہم چند لیڈر ان کے لئے یہ قانون بناتے ہیں۔ ان کو ان قانونوں کی پابندی کرنی چاہیئے۔ پس درحقیقت دستور اساسی کی مجلس کا قیام۔ مجالس قانون ساز کا قیام۔ انتخاب عامہ کے طریقوں کی تعیین۔ مسلمانوں کی اکثریت کا وجود یہ سب باتیں بورڈ کے قیام کے متضاد ہیں اور ہمارے نزدیک اگر علماء اپنے دعووں میں سچے ہیں۔ اور مسلمانوں کے نمائندہ ہیں اور ان کے لیڈر ہیں تو ان کو خود اس قانون کو رد کر دینا چاہیئے اور صاف کہہ دینا چاہیئے کہ ہم کسی کی نامزدگی کے محتاج نہیں۔ ہم اپنے زور سے قانون ساز اسمبلی میں آئیں گے۔ اور اپنی طاقت سے وہ قانون پاس کرائیں گے جو ہمارے نزدیک اسلامی ہے۔ اگر وہ ایسا کریں۔ تو اوپر کی بیان کردہ متضاد باتوں میں ایک اور متضاد بات بھی شامل ہو جائے گی۔ اور ہمارا قانون مجموعہ اضداد بن کر رہ جائے گا۔ ہمیں لوگوں کی دلجوئی اور تسکین کا خیال تو ضرور رکھنا چاہیئے۔ لیکن یہ خیال اتنا نہیں بڑھ جانا چاہیئے کہ ہم دنیا کی نگاہوں میں خلاف عقل کام کرنے کے مرتکب سمجھے جائیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس قانون میں ایسا کوئی ذکر نہیں کہ علماء کس فرقہ سے لئے جائیں گے اور کس نسبت سے لئے جائیں گے۔ جس کی وجہ سے یہ قانون مزید پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب ہو جائے گا۔ اور اس قانون کی وجہ سے رئیس المملکت کا وجود جو تمام مجثوں سے بالا ہونا چاہیئے ہر پانچ سال کے بعد بلکہ کسی حالیہ ممبر کی وفات کی وجہ سے شاید ہر سال میں ایک دفعہ شدید بحث کا مورد ہو جائے گا۔ اور وہ وجود جس کو سیاسیات سے بالا رکھنا ہمارا فرض ہے اور جو ہمارے اتحاد کا ایک زندہ نشان ہے ہم اس کو اس دلدل میں گھسیٹ لائے ہیں جس دلدل سے ہمیں باہر نکالنا اس کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ ہماری دستور ساز کمیٹی یہ بات بھول گئی۔ کہ جو علماء تشہد میں انگلی کھڑی کرنے پر انگلی کو توڑ دینے کا فتوے دیتے تھے۔ اور جو علماء کہ آئین یا لجہر یا آمین بالسر کہنے پر کفر و ارتداد کے فتوے دیتے تھے۔ وہ بورڈ کے ممبر ہونے کے سوال پر آرام و اطمینان سے نہیں بیٹھے رہیں گے۔ شاید اس قانون سے اقلیتوں کو تو تسلی جائے گا۔ لیکن تمام کفر سازی رئیس الحکومت کے خلاف شروع ہو جائے گی جو عالم اس بورڈ میں آنیکا امیدوار ہوگا لیکن نہ آسکے گا وہ دائرئہ رئیس الحکومت کی عیب جینیوں میں مشغول ہو جائیگا اور ہر فعل اسکا اسے انتہائی درجہ کا کفر نظر آنے لگیگا۔ پس اس قانون کے ذریعہ ہم درحقیقت اسلامی حکومت قائم نہیں کریں گے بلکہ کفر کے کارخانہ کو وسیع کریں گے اور مدرسوں سے کفر کے مرکز نکالکر ایوان حکومت میں اس کا مرکز قائم کر دیں گے۔

ایک اور خطرہ بھی اس ہے اور وہ یہ کہ علماء کے گذارہ کی عموماً اور تو کوئی صورت ہے نہیں اگر یہ بورڈ بنا تو اس بورڈ کے ممبروں کو لازماً کچھ گزارہ بھی دیا جائے گا۔ اس گذارہ کی خاطر اس بورڈ کے لئے شدید تگ و دو ہو گی۔ اور لازماً کئی ائمہ ایسے پیدا ہو جائینگے۔ جو حکومت کو یقین دلائیں گے کہ وہ حکومت کی تائید کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ خرچ کر دینگے۔ ادھر برسر اقتدار سیاسی پارٹی بھی کوشش کرے گی کہ وہ ان ائمہ کو اپنے قبضہ میں رکھے۔ پس جہاں حکومت ایک مصیبت میں مبتلا ہو جائیگی وہاں علماء بھی اپنی دیانت کھو بیٹھیں گے اور وہ آزادی جو خواہ محدود رنگ میں ان کو حاصل ہے۔ وہ بھی جاتی رہے گی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مقابلہ تو ملازمتوں میں بھی ہے۔ اور جوڑ توڑ سیاسی پارٹیاں بھی کرتی ہیں۔ جب یہ خطرناک نتائج ان دو پارٹیوں کے متعلق محسوس نہیں کئے جاتے تو علماء کے متعلق کیوں محسوس کئے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملازمت میں کئے کے لئے جو مقابلے ہوتے ہیں۔ وہ قوموں کے لیڈروں کے درمیان نہیں ہوتے وہ عام طور پر ایسے نوجوانوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ جو کاروباری زندگی میں پہلا قدم رکھ رہے ہوتے ہیں یا پھر ایک یا دو افسروں کے درمیان ہوتے ہیں۔ جو کسی اعلےٰ ملازمت کے لئے مقابلہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے مقابلہ کے ساتھ ملک کو کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔ اسی طرح سیاسی پارٹیوں کے مقابلہ میں ہر پارٹی خواہ وہ حزب اختلاف سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ امید رکھتی ہے کہ وہ کسی دن حاکم ہو جائے گی۔ اس کے چلن کو خراب نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ برسر اقتدار پارٹی کو جو امیدیں ہیں وہی حزب اختلاف کو امیدیں ہیں۔ لیکن علماء تو اس قانون کے ماتحت کبھی برسر اقتدار پارٹی نہیں بن سکتے۔ ان کی حیثیت تو ہمیشہ مشیر کاروں کی رہے گی اور ان کے عمل کو بگاڑنا کسی برسر اقتدار پارٹی یا حکومت کے لئے بہت زیادہ آسان ہوگا پس ہمارا مشورہ یہی ہے کہ اس بورڈ کو ختم کیا جائے۔ لیکن اگر حکومت سمجھتی ہو کہ علماء جو اقتدار کا دعوے کرتے ہیں" وہ غلط ہے۔ وہ عام انتخاب سے کونسلوں میں نہیں آسکتے لیکن ان کا وجود بھی کسی حد تک مفید اور ضروری ہے۔ تو حکومت ہر صوبہ میں ایک مزید حلقہ انتخاب (Constituency) ایسی بنا دے۔ جس میں کہ صرف علماء ہی منتخب ہو سکیں۔ اس کے تفصیلی قواعد طے کئے جا سکتے ہیں۔ اور پھر یہ قانون بنا دے کہ باری باری ہر دو یا تین صوبوں کے منتخب شدہ علماء مرکزی مجلس کے ممبر ہوا کریں گے۔ یا اس قسم کا قانون بنا دے کہ صوبوں کے منتخب شدہ علماء اپنے میں سے ایک کو منتخب کر کے مرکزی مجلس میں بھجوایا کریں۔ اس صورت میں علماء ایک باقاعدہ ممبر کی صورت بھی اختیار کر لیں گے۔ ان کی نمائندگی بھی ہو جائے گی۔ اور پھر یہ بھی کوئی نہیں کہہ سکے گا۔ کہ قوم نے ان کو نہیں چنا۔ گورنمنٹ نے ان کو مہربانی کر کے بورڈ میں شامل کر لیا ہے

دفعہ ۷ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اوپر کی دفعات کا اثر مالی امور پر نہیں پڑے گا۔

یہ استثنا ہمارے نزدیک بالکل غیر واجب ہے اگر بورڈ بننا ہے اور اگر یہ سمجھا گیا ہے کہ کسی قانون سے اسلامی یا غیر اسلامی قرار دیئے جانے کے لئے علماء کے بورڈ کی تصدیق کی ضرورت ہے۔ تو یہ کیونکر خیال کر لیا گیا ہے۔ کہ اسلام مالی معاملات کے متعلق تعلیم نہیں دیتا۔ اور قرارداد مقاصد میں یہ کہاں ذکر ہے۔ کہ پاکستان میں صرف وہی اسلامی تعلیم جاری کی جائے گی۔ جو مالی معاملات کے متعلق نہ ہو۔ پس دفعہ ۷ قرارداد مقاصد کے صریح خلاف ہے اگر دفعات ۴-۵-۶ والا قانون ضروری ہے تو یہ استثنا ناواجب اور ناجائز ہے۔ اور اگر یہ استثنا معقول اور ضروری ہے تو پھر قرارداد مقاصد (Adjectives Resolution) اور دفعہ ۳ رپورٹ بنیادی اصول بھی غلط ہیں۔ اور اوپر کی دفعات ۴-۵-۶ بھی غلط ہیں۔ کیونکہ قرارداد مقاصد اور دفعہ ۳ یہ بتاتے ہیں کہ تمام قانون اسلام کی روشنی میں ہونے چاہئیں خواہ مالی ہوں یا غیر مالی اور دفعات ۴-۵-۶ یہ بتاتی ہیں کہ بغیر علماء کے روشنی ڈالنے کے ہماری مجالس قانون ساز اسلامی قانون بنانے کی اہل نہیں ہونگی۔ پس دفعہ ۴-۵-۶ کی روح اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ دفعہ ۷ میں جن امور کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ وہ بھی علماء کی تصدیق کے بغیر اسلامی قانون تسلیم نہیں کئے جا سکتے اور قرارداد مقاصد اور دفعہ ۳ بتاتے ہیں کہ کوئی ایسا قانون جو اسلامی روح کے خلاف ہو وہ پاکستان میں جاری نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ ۸ اس کے متعلق ہمارا بھی نوٹ ہے جو نمبر ۲ میں ہم لکھ آئے ہیں ۔

دفعہ ۱۵ شق ۱ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی اگر چالیس سال سے کم کوئی شخص اس عہدہ کے قابل ہے تو کیوں نہ اس کو رئیس الحکومت بنایا جائے ۔ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے چالیس سال سے پہلے ہی دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیئے تھے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسیحیوں اور مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ وہ تیس سال کے تھے جب خدا نے ان کو نبی بنایا ۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عمر تیس سال سے بھی کم تھی جب ان کو نبوت ملی (تفسیر خازن زیر آیت و آتیناہ الحکم صبیاً) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عمر بھی ۴۰ سال سے چھوٹی تھی ۔ دنیاوی لیڈروں میں سے نپولین کی عمر اس سے چھوٹی تھی ۔ تیمور کی عمر اس سے چھوٹی تھی ۔ اکبر کی عمر چھوٹی تھی ۔ اورنگ زیب کی عمر چھوٹی تھی جب اس نے بادشاہت کا کام سنبھالا ۔ غرض دنیا میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ چالیس سال سے چھوٹی عمر والے لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے ۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ایسی کوئی شرط کیا جائے ۔ جب رئیس الحکومت نے آپ ہی آپ نہیں بننا بلکہ ملک کے انتخاب سے بننا ہے تو عمر کی شرط کیوں لگائی جائے ۔

دفعہ ۱۸ یہ قانون ناقص ہے بہت سے افسروں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ کسی حادثاتی طور پر رئیس الحکومت کے عہدے سے فارغ ہو جانے پر وہ اس کے قائمقام ہو جائیں گے لیکن ان کی کوئی ترتیب نہیں بتائی گئی ۔ بالترتیب لکھنا چاہیئے تھا کہ "علی الترتیب" یہ افسر قائمقام بن جائیں گے یا پھر ترتیب علیحدہ بیان کرنی چاہیئے تھی ۔ ورنہ ایک عہدہ پر اتنے آدمی کس طرح مقرر ہو جائیں گے اور اگر ان میں سے کسی ایک نے بننا ہے ۔ تو اسے مقرر کس نے کرنا ہے ۔

تیسری شق کے نیچے یہ فقرہ بے شک درج ہے کہ جو رئیس صوبہ ہوگا ۔ وہ بھی اس عہدہ پر کھڑا ہو سکتا ہے اور اس کے مقرر کرنے میں اس بات کو دیکھا جائیگا کہ صوبہ کے رؤساء میں سے تقدم زمانی کسے حاصل ہے لیکن یہ شرط اس دفعہ کو حل کرنے کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس فقرہ میں تقدم زمانی کی شرط صرف صوبجات کے رؤساء کے ساتھ لگتی ہے ۔ ایوان عوامی اور ایوان صوبجاتی کے صدروں کے ساتھ نہیں لگتی ۔

دفعہ ۲۴ شق ۲ اس قاعدہ کے ماتحت ہیڈ آف دی سٹیٹ کی پنشن کے متعلق لکھا گیا ہے کہ اس کو پنشن دی جا سکتی ہے ۔ ہمارے نزدیک اس کی بجائے یہ ہونا چاہیئے کہ "دی جائے گی" باقی اگر کوئی رئیس الحکومت ایسا ہو کہ اس کو پنشن کی ضرورت نہ ہو تو وہ اس کو ترک کر سکتا ہے ۔ چنانچہ انگلستان کی تاریخ میں یہ بات موجود ہے کہ چانسلر آف دی اکس چکر Chanceller of the Exchequer اگر ایک دن کیلئے بھی مقرر ہو جائے وہ پنشن کا مستحق ہو جاتا ہے ۔ لیکن سوائے ایک مثال کے تمام کے تمام عہدہ دار صرف اس وقت پنشن لیا کرتے تھے جب انہوں نے کافی عرصہ کام کیا ہوتا تھا اور جب وہ پنشن کے محتاج ہوا کرتے تھے ۔ پس "دی جا سکتی ہے" کے الفاظ مناسب نہیں ۔ یہ رئیس الحکومت کی شان کے خلاف ہیں اور ناگوار بحث کا بھی دروازہ کھلتا ہے ۔

دفعہ ۲ شق ۳۰ کے متعلق ہماری رائے یہی ہے کہ ڈاکٹر قریشی صاحب کا اعتراض درست ہے ۔ گو رپورٹ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کی تجویز کی تفاصیل کیا ہیں ۔ بہرحال ایوان عوام عوام کی انفرادی حیثیت میں ان کا نمائندہ ہے اور ایوان صوبجاتی عوام کی جماعتی حیثیت میں ان کا نمائندہ ہے ۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عوام کی صحیح نمائندگی تبھی ہو سکتی ہے جبکہ انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں میں ان کی رائے کا احترام کیا جائے ۔ اگر تو ایوان صوبجاتی کے ممبر باہر سے مقرر کئے جاتے اور عوام الناس کی رائے کا دخل ان کے تقرر میں نہ ہوتا جیسا کہ انگلینڈ کے ہاؤس آف لارڈز میں ہے تب تو یہ صورت حالات تسلیم کی جا سکتی تھی جو دفعہ ۳۰ میں پیش کی گئی ہے لیکن جبکہ ایوان صوبجاتی صوبائی مجالس کے ممبروں کا منتخب شدہ ہوگا اور جبکہ اس کی غرض یہ ہوگی کہ وہ انفرادی مفاد کے علاوہ صوبجات کے صوبجاتی مفاد کا بھی لحاظ رکھے تو اتنی اہم ذمہ داری والی جماعت کا تصرف وزارت پر بالکل نہ رکھنا ضرورت کے خلاف معلوم ہوتا ہے جس ضرورت کے ماتحت ایوان صوبجاتی مقرر کیا گیا ہے ۔

دفعہ ۳۶ پاکستان کے ایوانوں کی تشکیل اور نمائندگی کا سوال چونکہ نہایت اہم ہے اس لئے ضمیمہ میں ہم نے اس کے متعلق تفصیلی طور پر اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے ۔

دفعہ ۳۸ ۔ اس کے متعلق بھی ضمیمہ کو دیکھا جائے

دفعہ ۴۳ ۔ اس کے متعلق بھی ضمیمہ کو دیکھا جائے

دفعہ ۴۴ کو ہم تسلیم کرتے ہیں ۔ لیکن اگر سیاسیات پر ممبروں کی تقسیم کا انحصار رکھنا ہے ۔ اسلامی اصول کو مدنظر نہ رکھنا تو پھر کشمیر جیسے علاقہ کے آنے کے بعد مشرق و مغرب کے درمیان مساوات (Parity) کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا ۔ اور یہ صاف بات ہے کہ اگر کشمیر کے آنے سے پنجاب اور سندھ اور صوبہ سرحد کی نمائندگی کم ہو جانی ہے تو پھر وہ کبھی بھی کشمیر کے آنے کی تائید نہیں کریں گے ۔ پس اس قانون سے کشمیر کے آنے میں روک پیدا ہو گی ۔ ہمارے نزدیک یہ معین فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ تقسیم کا یہ فیصلہ شدہ ہونے تک ہے جب کشمیر آیا تو اس کے حق اس کو مل جائیں گے ۔ ہماری یہ رائے ایسی صورت میں ہے کہ موجودہ قانون کو قائم رکھا جائے ۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ۔ ہم اس کے خلاف ہیں اور ہمارا اختلاف دوسری جگہ پر درج ہے ۔

دفعہ ۴۵ شق ۱ کے متعلق بھی اصولی طور پر ہمارا وہی نوٹ ہے جو نمبر ۴۳ میں آچکا ہے ۔

دفعہ ۴۵ B شق ۳ اس کے متعلق جو دفعہ بتائی گئی ہے (یعنی دفعہ ۴۳ شق ۱) اگر تو اس کا یہ مفہوم ہے کہ چھوٹے صوبوں کو اپنے حق سے زیادہ حق ملنے کا اصول (Weightage) موجودہ شکل میں قائم رہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ جو تبدیلی پیدا ہو ۔ اس میں پنجاب کا حق لے کر دوسروں کو دے دیا جائے ۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ کہا گیا ہے ۔ کہ مشرقی پاکستان کے حق کو کم نہیں کیا جائے گا ۔ لیکن دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ مغربی پاکستان کے کم آبادی والے صوبوں کی ویٹیج (Weightage) کو برقرار رکھا جائے گا ۔ پس سیدھی بات ہے ۔ کہ اگر کوئی تبدیلی پیدا ہوئی تو پنجاب سے ہی اس کی کمی پوری کی جائے گی ۔ ہم حیران ہیں کہ صوبجاتی نمائندگی کے قانون کو تسلیم کرتے ہوئے پنجاب کے نمائندوں کی موجودگی میں یہ قانون پیش کس طرح ہوا ۔ لیکن اگر اس دفعہ کا مطلب یہ ہے ۔ کہ کچھ نہ کچھ ویٹیج (Weightage) چھوٹے صوبوں کے پاس رہے ۔ تو ایک حد تک تو یہ درست ہو سکتا ہے ۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ بہت سے علاقے پاکستان میں اور آ ملیں ۔ تو اس صورت میں کچھ نہ کچھ ویٹیج دے کر بھی پنجاب کا بہت سا حق مارنا پڑے گا ۔ پس ہماری عقل میں یہ قانون نہیں آیا ۔ ہمارے نزدیک وہی اسلامی تحریک درست ہے کہ ویٹیج اور پیرٹی بالکل اڑا دیئے جائیں ۔ بنگال کو اس کا پورا حصہ دیا جائے ۔ اور دوسرے صوبے اپنے حق پر قناعت کریں ۔ ہاں صوبائی نمائندگی کے بدلے ان میں ہر صوبہ کو برابر نمائندگی ملے ۔ ویٹیج تیرہ جو ہوتے ہیں ۔ سب بھائیوں میں نہیں ہوتے ۔ اس کے متعلق ہم اپنی رائے دوسری جگہ لکھ چکے ہیں ۔

دفعہ ۴۹ شق ۶ اس کے متعلق ہماری یہ رائے ہے ۔ کہ جہاں تک شیڈول کاسٹ کا سوال ہے ۔ یا ان عیسائیوں یا ہندوؤں اور پارسیوں کا سوال ہے ۔ وہ چاہتے ہیں ۔ کہ ان کی علیحدہ نمائندگی ہو ۔ تو اس صورت میں ان کو الگ نمائندگی دینا انصاف کے مطابق ہے ۔ لیکن جہاں تک ان دوسرے لوگوں کا سوال ہے ۔ جن کے نمائندہ نے کہا ہے ۔ کہ ہم مخلوط انتخاب چاہتے ہیں ۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان کو مسلمانوں کے ساتھ مخلوط انتخاب میں شامل نہ کیا جائے ۔ ہم ایک مجالس کے مینارٹی سے ڈرنے کی وجہ کیا ہے ۔ اگر ایسا کیا جائیگا تو مسلمانوں کا کیریکٹر مضبوط ہوگا ۔ شیڈول کاسٹ کے لوگوں کے ساتھ ان کو شامل کیا جائے ۔ کیونکہ شیڈول کاسٹ ایک پسماندہ جماعت ہے ۔ لیکن اگر دوسرے لوگ مسلمانوں کے ساتھ مشترکہ انتخاب کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں ۔ تو بڑی خوشی کے ساتھ ان کو شامل کیا جائے ۔ اس سے مسلمان نمبر زیادہ بیدار ہوں گے ملک کو زیادہ سے زیادہ اپنے خیالات سے آگاہ کر سکیں گے ۔ اور ملک بھی زیادہ سے زیادہ مضبوط کیریکٹر کا حامل ہوگا ۔ جب تک مسلمان مینارٹی میں تھے ۔ وہ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کرتے ۔ تو ٹھیک تھا ۔ لیکن اب وہ اکثریت میں ہیں ۔ اکثریت میں آنے کے بعد بھی ان کو مصنوعی حفاظتوں کی ضرورت ہے ؟

دفعہ ۵۰ C میں جو یہ لکھا ہے ۔ کہ جو شخص الیکشن میں کوئی شرارت کر چکا ہو ۔ اور اسے سزا مل چکی ہو ۔ اس کا نام بھی انتخابی فہرست میں درج نہ کیا جائے ۔ یہ ٹھیک ہے مگر یہ نہیں کہ اسے ہمیشہ کے لئے اس حق سے محروم کر دیا جائے ۔ اس کا عرصہ بھی چار یا پانچ سال تک محدود کر دینا چاہیئے ۔

دفعہ ۵۰ d اگر ہمارے ملک میں مجرموں کی اکثریت ہوتی ۔ تو ہم اس قانون کی ضرورت تصدیق کرتے ۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں ۔ اور ایک زندہ قوم میں یہی ہوتا ہے ۔ کہ مجرم سو میں سے ایک یا ہزار میں سے ایک ہوتا ہے ۔ ایسے لوگ ہماری ووٹنگ طاقت کو کس طرح خراب کر سکتے ہیں ۔ کہ ان کو اس حق سے محروم کر دیا جائے

دفعہ ۱۳۳ شق ۳ اس دفعہ کے متعلق اگرچہ پنجاب، سرحد اور بنگال کے وزراء اعظم نے اختلاف کیا ہے ۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں ۔ کہ یہ قانون نہایت مناسب ہے ۔ اور اس قسم کے اختیارات مرکز کے پاس ہی رہنے چاہئیں

نوٹ :۔ ان سفارشات میں بعض اور امور بھی ایسے پائے جاتے ہیں ۔ جن کے متعلق ہم اختلاف رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ زیادہ اہم نہیں ۔ اس لئے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف انہی امور کے متعلق اپنی رائے کے اظہار پر اکتفا کرتے ہیں ۔ کیونکہ ہمارے نزدیک یہ زیادہ اہم امور ہیں ۔ اور ان کا پاکستان کی ترقی اور اس کی بہبود کے ساتھ گہرا تعلق ہے ۔

درخواست ہائے دعا

ڈیڑھ ماہ ہوا ۔ کہ میاں محمد شفیع صاحب اوورسیر (ریٹائرڈ) سیالکوٹ حادثہ موٹر سائیکل کے باعث زخمی ہو گئے تھے ۔ دائیں بازو اور دائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے ۔ پلستر لگایا گیا ہے احباب کرام کامل و عاجل شفایابی کے لئے دعا کریں ۔

(۲) خاکسار کی امراض روحانی و جسمانی دور ہونے کے لئے دعا کی جائے ممنون ہوں گا ۔

(خاکسار محمد اشرف مالیر کنٹ)

روزنامہ — الفضل — لاہور

مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۵۳ء

حب الوطن من الایمان

حبِ وطن ایک قدرتی جذبہ ہے۔ اسلام جہاں انسان کے باقی جذبات کو دبانے کی تلقین نہیں کرتا۔ بلکہ انہیں صحیح استعمال کی حد تک نشوونما دیتا ہے۔ وہاں اسلام حب الوطنی کے جذبہ کو صحیح استعمال کی حد تک جزو ایمان قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے حب الوطن من الایمان۔

اسلام ایک فطری دین ہے اس کے معنے یہی ہیں کہ اسلام ہمارے فطری جذبات کو مارتا نہیں۔ بلکہ ان کے استعمال میں صحیح راہنمائی کرتا ہے۔ اگر ہم اپنے جذبات کا اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرنا سیکھ جائیں۔ اور ان کو حد اعتدال میں رکھنے کی عادت بنا لیں۔ تو یہی دراصل اسلام ہے۔ اور اس کے یہ معنے ہیں کہ اسلام میں دین دنیا سے علیحدہ نہیں بلکہ یہ ایک نظریہ حیات ہے الغرض حبِ وطن بھی ایک فطری جذبہ ہے۔ اسلام اس کو دباتا نہیں بلکہ اس کو کنٹرول کرنا سکھاتا ہے۔

پاکستان ہمارا وطن ہے۔ اور فطرتاً ہر پاکستانی کو اس سے محبت ہونی لازمی ہے۔ اس لئے جو شخص پاکستان سے کما حقہ محبت رکھتا ہے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس کو کسی طرح سے نقصان پہونچے۔ اس میں ابتری پھیلے وہ کمزور ہو۔ ہر محب وطن پاکستانی یہی چاہے گا کہ اسے کسی قسم کا گزند نہ پہونچے۔ وہ ہر طرح سے کوشش کرے گا۔ کہ ہمارا ملک ترقی کرے۔ اس میں ایسے حالات پیدا ہوں کہ ہمارے ہم وطن امن وامان کی زندگی بسر کر سکیں۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ جس کے نتیجہ میں اسکے وطن مالوف کو کسی قسم کا نقصان پہونچنے کا احتمال ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ وطن کی خاطر اگر ضرورت پڑے تو انسان مال و جان بلکہ اولاد و ناموس تک بھی قربان کر دیتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی ہزار ہا مثالیں موجود ہیں۔ کہ محض وطن کی خاطر اپنی جانیں قربان کی گئی ہیں۔

جب ایک محب وطن انسان ضرورت کے وقت جان تک قربان کر سکتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح یہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ کہ اس کی وجہ سے ملک میں ایسی بد امنی پھیلے یا ایسے حالات پیدا ہوں۔ جس سے اہل وطن کے جان ومال کا نقصان ہو۔ یہ درست ہے کہ وطن کی بہبودی کے لئے ہمیں جدوجہد کرنا بھی ضروری ہوتی ہے۔ اور جو بات ہمارے خیال میں ملک کے لئے مفید ہے اس کو رائج کرنے کے لئے ہمیں اپنے ناخنوں تک کا زور لگانا پڑتا ہے۔ مگر ایک سچا محب وطن کبھی یہ برداشت نہیں کرے گا۔ کہ محض اپنے اصلاحی نظریات خواہ وہ کتنے بھی ملک کے لئے مفید ہوں ایسے طریقوں سے ملک پر ٹھونسنے کی کوشش کرے۔ کہ اس کی وجہ سے ملک کے آئین کی حدود کو توڑنا پڑے۔

جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں صاف لفظوں میں یہ ہے۔ کہ ایک سچا محب وطن شدت سے آئین پسند بھی ہوتا ہے۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا۔ جو ملک کے مروجہ آئین کی بغاوت پر محمول ہو۔ وہ جو کچھ کرتا ہے۔ خواہ اس کے نزدیک وہ وطن کے لئے کتنا بھی مفید ہو آئین کے حدود کے اندر رہ کر کرتا ہے۔ اس کے حب وطن کے تصور میں سب سے زیادہ اہمیت آئین پسندی کو ہوتی ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے پاکستان کی دستور سازی کا سوال درپیش ہے۔ یہ نہایت ہی اہم کام ہے۔ آئین ملک روز روز بدلے نہیں جا سکتے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم سب نہایت سوچ بچار سے فیصلے کریں۔ اور حب وطن کے صحیح جذبات سے متاثر ہو کر کریں۔ محض تعصب اور ضد سے کام نہ لیں۔ اور یہ نہ سمجھیں۔ کہ جو کچھ ہم نے سوچا ہے بس وہی درست ہے۔ ہم اسکے بغیر کوئی دوسری چیز قبول نہیں کر سکتے

اختلاف رائے بھی ایک فطری چیز ہے۔ اس زمانہ میں دستور سازی پر دنیا کے سیاستدانوں کو ایک دوسرے سے بڑا بڑا اختلاف ہے۔ خود جمہوریت کے ہی اتنے نظریات ہیں کہ انسان سب کا پورا پورا مطالعہ بھی کرنا چاہے تو شائد نہ کر سکے۔ یہ درست ہے کہ ایک بات آپ کے ذہن میں آ گئی ہے۔ آپ کے خیال میں وہ نہایت اہم ہے۔ آپ دل سے چاہتے ہیں کہ وہ دستور میں رکھی جائے۔ مگر ایک دوسرا ہے جو کسی اور ہی نقطۂ نظر سے غور کرتا ہے۔ وہ اسکو پسند نہیں کرتا۔ پھر کئی اور باتیں ہیں جن میں اختلاف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً صوبوں کا سوال ہی لے لیجئے۔ آپ کی رائے میں دستور میں ایسی باتیں ہیں۔ جو آپ کے صوبائی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہیں۔ مگر ایک دوسرے صوبہ کے رہنے والے کو وہی باتیں زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہیں

جب اختلافات کی اتنی گوناگونی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اگر ہم اختلافات کو لے کر بیٹھ جائینگے تو یقیناً ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ ایسی صورت میں حُبِ وطن کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی نظر کو وسیع کریں۔ اور اپنے تنگ مفاد کے احاطہ میں مقید نہ رہیں۔ بلکہ اپنے آپ کو اپنے سے متضاد رائے رکھنے والے کی حالت میں رکھ کر سوچیں۔ اور اسکے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ تو محض اختلافات کم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ حُبِ وطن کے پیش نظر تو کسی وقت ہم کو سخت سے سخت قربانیاں بھی دینی پڑیں تو دینی چاہئیں۔ اس ضمن میں جماعت احمدیہ کی سب کمیٹی کا یہ قول نہایت دانشمندانہ ہے کہ "اختلافات کو اتنی ہوا نہیں دینی چاہیئے کہ دل پھٹ جائیں۔ اور باہمی تعاون میں لغزش آ جاتی ہے۔" (سفارشات پر تبصرہ)

الحاج خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان اپنی کیبنٹ کے اکثر ارکان کے ہمراہ یہاں دستور سازی کے متعلق مسلم لیگی رائے کو ہموار کرنے کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ اس وقت مسلم لیگ ہی ملک کی مقبول عوام جماعت ہے۔ جو نہ صرف برسر اقتدار ہے بلکہ صوابت رائے کے لحاظ سے بھی خاص مقام رکھتی ہے۔ اس لئے اس اہم مسئلہ کے متعلق اپنی پارٹی کی رائے کو ہموار کرنے کی کوشش ایک مستحسن قدم ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ جو فیصلہ ہو وہ حبِ وطن کے جذبات کے زیر اثر ہو۔ اور ملک کے وسیع ترین مفاد کے مطابق ہو۔ بلکہ ہم یہ بھی عرض کریں گے۔ کہ اس کوشش کو صرف مسلم لیگ تک محدود نہ رکھا جائے۔ صوبہ کے مختلف الخیال لوگوں کی رائے کو بھی ضرور مد نظر رکھا جائے۔ اور جو کچھ کیا جائے۔ وہ صرف اور صرف ملک کے وسیع ترین مفاد کے نقطۂ نظر سے کیا جائے خالص حبِ وطن کے پیش نظر کیا جائے۔ اس میں کسی قسم کی ذاتی یا پارٹی سیاست کی ملونی نہ ہو۔

مسلم لیگ اس لئے برسر اقتدار ہے کہ وہ عوام کی نمائندہ ترین جماعت ہے۔ چونکہ یہ ملک کی سب سے زیادہ خیر خواہ اور محب وطن جماعت سمجھی گئی ہے۔ اس لئے اس کا فرض بھی سب سے زیادہ ہے۔ کہ وہ پورے ملک کے مفاد اور تمام پاکستانی شہریوں کے مشترکہ مفاد کے پیش نظر جو قدم اٹھائے اٹھائے ایسا کام کرے جو سب کے لئے تسلی بخش ہو اور اسی وجہ سے ہم تمام دوسری جماعتوں یا افراد سے بھی عرض کریں گے۔ کہ ان کو بھی چاہیئے کہ وہ خالص حب وطن کے نقطۂ نظر سے سوچیں اور اگر کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جو ہونی چاہیئے۔ یا ایسی بات ہو جو ان کے نزدیک نہ ہونی چاہیئے۔ تو وہ بھی اسکو بشاشت سے برداشت کریں۔

کارکنانِ تحریک جدید کے لئے ثواب کا

عظیم الشان موقعہ

"تحریک جدید کا جو کارکن اپنا چندہ ادا کرنے کے علاوہ دس آدمیوں سے چندہ وصول کر کے بھجواتا ہے۔ اسے ان دس آدمیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو بیس آدمیوں سے چندہ وصول کر کے بھجواتا ہے۔ اسے ان بیس آدمیوں کا ثواب ملتا ہے۔"

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ)

شذرات

سرکاری راز

حکومت پاکستان نے ملک کے تمام اخبارات سے اپیل کی ہے کہ وہ سرکاری رازوں کو افشا ہونے سے روکنے میں حکومت سے پورا پورا تعاون کریں۔ ایک سرکاری اعلامیہ میں اس امر پر اظہار تشویش کیا گیا ہے کہ اخبارات خفیہ سرکاری اطلاعات شائع کر دیتے ہیں جس سے قومی مفاد کو نقصان ہوتا ہے۔

پاکستان کے بعض اخبارات نے حکومت کے اس اعلامیہ کو پریس کا گلا گھونٹنے سے تعبیر کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر جذبات کی دنیا سے ذرا الگ ہو کر سوچا جائے تو ہر پاکستانی کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حکومت کا اعلان سراسر معقولیت پر مبنی ہے اور ہمیں پریس کی آزادی کے نام پر اپنے محبوب وطن کو مشکلات میں گرفتار کرنے سے بہرحال احتراز کرنا چاہیئے۔

فروعی مسائل پر جنگ

فرقہ اہل حدیث کا مشہور ہفت روزہ اخبار الاعتصام لکھتا ہے کہ:-

"اس وقت تک ہم نے ازراہ بدمذاقی چند مسائل پر زور دیا ہے اور چند مسائل کی وضاحت و تشریح کو مذہب اہلحدیث کا نچوڑ سمجھا ہے حالانکہ ہمارا دینی تصور اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ بصیرت و نظر کی محرومی دیکھئے کہ ہم نے عام زندگی اور کل دین کو چار پانچ مسئلوں میں محدود کر دیا ہے۔"

(الاعتصام ۲۹ دسمبر ۱۹۵۲ء)

جماعت احمدیہ روز اول سے مسلمانوں کو فروعی بحثوں میں غلو کرنے سے روکتی چلی آئی ہے

انگریزی دور حکومت کے ابتدائی زمانہ تک ہماری قوم کی یہ حالت تھی کہ ادنیٰ ادنیٰ مسائل پر معرکہ آرائیاں ہوتی تھیں اور آمین بالجہر، رفع یدین اور تشہد پر لاٹھیاں چل جاتی تھیں اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔

مولانا نذیر احمد دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ:

"ایک مرتبہ وَلَا الضَّالِّین اور وَلَا الضَّالِّین پر بلوہ ہو گیا۔ بلوائی میری عدالت میں پیش ہوئے۔ میں نے ایک فریق سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ولا الضالین۔ دوسرے فریق سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ولا الظالین۔ میں نے کہا دونوں ہی گمراہ ہیں۔" (بحوالہ مجدد اعظم حصہ سوم ص۱)

"الاعتصام" مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے قوم کے ایک پرانے مرض کی کامیاب تشخیص کی ہے۔ اے کاش بیماروں کو بھی اپنی بیماری کے دور کرنے کا احساس پیدا ہو۔

انوکھی دلیل

مولینا محمد منظور صاحب نعمانی نے ختم نبوت کی ایک انوکھی دلیل دی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتیوں کے لئے کتنا بڑا اور سخت امتحان ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر یہ رحمت فرمائی ہے کہ اس امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرما دیا۔ اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور آپ کے بعد کوئی نبی آتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے۔ یعنی حضور کی امت کے بہت تھوڑے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ تر انکار کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے بچا لیا۔" (بحوالہ الاعتصام)

کیا مولانا بتائیں گے کہ اگر بندش نبوت میں یہی حکمت مضمر تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کیوں خبر دی گئی کہ آخری زمانہ میں ۷۲ فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی ہو گا؟ کیا ۷۲ فرقوں کا جہنمی ہونا "کفر اور لعنت" کے خطرہ سے بچنے کی علامت ہے؟

رسول اللہ کا شاہد

قرآن مجید کی آیت افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ الخ (ھود ع۲) کی تفسیر کرتے ہوئے بہائی مجلہ البشارت لکھتا ہے:-

"یہاں من سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہیں معنے یہ ہوئے کہ آنے والا شاہد آنحضرت کی عترت سے اور مومنین کی جماعت میں سے مبعوث ہو گا حضرت مہدی موعود سید علی محمد باب اصحاب کے کامل مصداق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ملت ابراہیم کے پیروکار ہو کر خود بھی صاحب شریعت مستقلہ ہیں یہی پوزیشن حضرت باب کی ہے۔"

(البشارت دسمبر ۱۹۵۲ء ص۱۳)

ایک مشہور بہائی حشمت اللہ بابیوں کی بدشت کانفرنس (۱۲۶۹ھ) کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس مصیبت کے وقت میں جو سربرآوردہ تھے انہوں نے مشورہ کر کے ایک عام مجلس شوریٰ منعقد کی اور قرۃ العین وغیرہ کی کوششوں سے یہ قریب قریب فیصلہ ہو گیا کہ نئے اصولوں پر چلا جائے۔" (رسالہ بہاء اللہ کی تعلیمات)

نیز اقتدار میں لکھا ہے

"اگر اعتراض و اعراض اہل فرقان نبود ہر آئینہ شریعت فرقان درین ظہور نسخ نمے شد۔" ص۲۷

اگر مسلمان اعتراض نہ کرتے تو قرآنی شریعت ہرگز منسوخ نہ ہوتی۔

معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ کی منسوخی کا اعلان محض انتقامی جذبہ کے نتیجہ میں تھا۔ حیرت ہے کہ باب اور ان کے ساتھیوں کو تکلیف تو ایرانیوں کی طرف سے پہنچتی ہے لیکن "رسول اللہ کا شاہد" انتقام محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہے اور حضور ہی کے گلشن شریعت کی پامالی پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ علی محمد باب رسول اللہ کی ذات کا دشمن تو قرار دیا جا سکتا ہے شاہد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شاہد وہی ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف سے مبعوث ہو اور کھلے لفظوں میں یہ اعلان کرے کہ ؎

"ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے"
(المسیح الموعود)

عالمگیر اخوت کا مشعل بردار

مسٹر محمود بیدار بی۔اے۔ بی۔ایس۔سی لکھتے ہیں:-

"حضرت بہاء اللہ کا پیام یہ نہیں کہ کوئی مخصوص تنگ نظری کا عقیدہ رکھا جائے یہ تو عالمگیر پیام ہے جو دنیا کے ہر شخص کے لئے قابل قبول ہے۔ اس پیام کا مرکزی مقصد یہ ہے کہ ہر قسم کی منافرت کو ترک کر دو۔ عوام کی قدر و منزلت اونچی کرو۔ آپ ہی نے بین الاقوامی بھائی چارہ اور عالمگیر برادری کی مشعل کو سب سے پہلے روشن کیا۔"

(البشارت دسمبر ۱۹۵۲ء)

باب کے متعلق بہاء اللہ کا عقیدہ یہ ہے کہ (۱) "قدر و رتبہ آنحضرت باب را ملاحظہ فرما کہ قدرش اعظم از کل انبیاء و امرش اعلی و ارفع از عرفان و ادراک کل اولیاء است۔" کتاب ایقان ص۲۵ (۲) وہ سلطان الرسل (ادعیہ محبوب ص۶۱) وہ رسولوں کا شہنشاہ ہے۔

اب حضرت باب کی تعلیم ملاحظہ کیجئے۔ بہاء اللہ کے فرزند عبد البہاء لکھتے ہیں:-

"در یوم ظہور حضرت اعلی منطوق بیان ضرب اعناق و حرق کتب و اوراق"

(مکاتیب جلد۲ ص۲۶۶)

حضرت باب کا یہی حکم ہے کہ جو لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں اور ان کا قتل عام کیا جائے نیز مذاہب عالم کی جملہ کتب کے ایک ایک ورق کو نذر آتش کر دیا جائے۔

اگر باب جیسے انسان کو رسولوں کا شہنشاہ سمجھنے والا شخص عالمگیر اخوت کا مشعل بردار کہا جا سکتا ہے تو ہمیں کہنے دیجئے کہ اس مشعل برداری کا حقیقی فخر پہلی مرتبہ فرعون کو حاصل ہوا تھا۔ بہاء اللہ کو نہیں۔

تعصب کی حد ہو گئی

چند ہفتے ہوئے مولوی ابو العطاء صاحب نے مینیجر مکتبہ صدیقیہ ملتان کے نام مندرجہ ذیل مکتوب بھیجا۔

"مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بارہ آنے کے ٹکٹ ارسال ہیں رسالہ جات ذیل ارسال فرمائیں۔ مسک الختام۔ مرزائیوں کی تین خطرناک چالیں۔ مرزائیوں کے خطرناک ارادے۔ مرزائیوں کا اصلی چہرہ۔"

اس پر جواب آیا کہ:-

"جناب کے ارسال کردہ ٹکٹ واپس ارسال خدمت ہیں ہم آپ کو ایسی کتابیں نہیں بھیج سکتے بشرطیکہ جب تک آپ پورے مسلمان نہ ہوں۔ احقر غلام مصطفے اعفی عنہ"

حدیث شریف سے یہ کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ رسول کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غیر لفظوں کو یہ فرمایا ہو کہ پہلے "پورے مسلمان" ہو پھر قرآن جانیں گے مگر معلوم ہوتا ہے کہ احقر غلام مصطفے صاحب کے نزدیک مکتبہ صدیقیہ کے رسالہ جات قرآن مجید سے بھی زیادہ مقدس ہیں۔

آہ! مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کیا تھی اور غلام مصطفے کیا کر رہے ہیں!!

اردو میں تار

قارئین کو یاد ہو گا کہ گذشتہ سال کے آغاز میں وزارت مواصلات پاکستان نے کراچی اور لاہور کے درمیان اردو میں تار بھیجنے کے انتظامات کئے تھے اور پھر چند روز بعد راولپنڈی جہلم اور لائل پور وغیرہ شہروں میں بھی یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ہمیں یہ ہوشربا خبر سن کر بے حد دکھ ہوا کہ عوام نے اس طریق سے انتہائی بے رغبتی کا مظاہرہ کیا ہے اور حکومت ان مخصوص انتظامات کو ختم کر دینے پر غور و فکر کر رہی ہے۔

اردو زبان کی ترویج و اشاعت کی ذمہ داری ہر پاکستانی پر یکساں عاید ہوتی ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بھارت میں تو اردو کا مستقبل پہلے تاریک ہو چکا ہے۔ لیکن اب ہم پاکستان میں بھی اس شمع کو بجھانے کی فکر میں ہیں۔ بتلائیے کہ یہ انداز فکر کیا ہیں؟

مسائل زکوٰۃ

زکوٰۃ کی فرضیت

(۱) زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کی شہادت۔ دوم۔ نماز تیسرے زکوٰۃ۔ چوتھے رمضان کے روزے۔ پانچویں بیت اللہ کا حج۔ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہو۔ وہ اگر اسے ادا نہیں کرتا۔ تو اس کا ایمان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (سورۃ توبہ آیت ۱۲)

یعنی کفار اگر توبہ کر لیں۔ اور نماز قائم کر لیں۔ تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات کا تارک ہو۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔

(۲) زکوٰۃ کیوں دی جاتی ہے؟

زکوٰۃ اس لئے دی جاتی ہے کہ تا اللہ تعالیٰ سے کے ساتھ سچی محبت اور حقیقی تعلق بڑھے۔ اس کی رضا جوئی اور محبت میں استقامت حاصل ہو۔ ایثار کا مادہ پیدا ہو۔ اور حرص اور بخل کی بیخکنی ہو۔ یہ صرف روحانی بیماریوں کی ہی دوا نہیں۔ بلکہ جسمانی اور ظاہری تکالیف اور مصائب سے بچنے اور نجات پانے کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ دینے سے مالوں میں کمی نہیں آتی

بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ہم زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو اس سے ہمارے مالوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہ محض شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (سورۃ روم آیت ۴۰) ترجمہ:۔ جو زکوٰۃ محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دو گے۔ تو ایسے طور پر دینے والے اپنے مالوں کو کم نہیں کرتے۔ بلکہ بڑھاتے ہیں۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سورۃ سبا آیت ۴۰) یعنی جو کچھ تم خرچ کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جگہ اور دے گا۔ اور وہ سب سے اچھا دینے والا ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (سورۃ بقر آیت ۲۶۲)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سے سات بالیں پیدا ہوں۔ اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے۔ بہت بڑھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے۔ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (بقرہ آیت ۲۶۶)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو ثابت قدم کرنے کے لئے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اعلیٰ پایہ کی بلند زمین پر باغ ہو۔ جس پر سخت بارش برسی ہو۔ جس کی وجہ سے اس نے دگنا پھل دیا ہو۔ اور اگر بہت بارش اس پر نہ پڑی ہو۔ تو بھی اسے بوندا باندی ہی کافی ہو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔

(۳) زکوٰۃ امام وقت کے پاس ادا کرنی ضروری ہے

یاد رہے۔ کہ قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ضروری ہے۔ کہ جب امام وقت موجود ہو۔ تو اسی کے پاس زکوٰۃ ادا کی جائے۔ جو اسے اغنیاء سے لے کر محتاجوں پر اور اشاعت اسلام پر صرف کرے گا۔ بعض احباب ہماری جماعت میں ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے طور پر زکوٰۃ ادا کر دی۔ حالانکہ شرعاً وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ پس احمدی احباب کی کل زکوٰۃ ربوہ آنی چاہیے اور اگر کوئی صاحب اپنی زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ اپنے رشتہ داروں کو دینا چاہیں۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بذریعہ نظارت المال جماعت احمدیہ ربوہ اجازت لے کر دے سکتے ہیں۔ مگر اپنے طور پر بغیر اجازت امام نہیں تقسیم کر سکتے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ پر زکوٰۃ دینے والے کا تصرف نہیں ہوتا۔ بلکہ امام وقت کا حق ہے کہ وہ زکوٰۃ تقسیم کرے۔

(۴) چندہ الگ ہے اور زکوٰۃ الگ

یہ بھی یاد رہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ مالی عبادت صرف زکوٰۃ دینا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اور بھی کئی حقوق اللہ تعالیٰ نے اس پر رکھے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات سے اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چندہ ہر ایک احمدی کے ذمہ لازمی اور حتمی قرار دیا ہے۔ اور اسے متواتر تین ماہ تک ادا نہ کرنے والے شخص کو اپنی جماعت سے خارج بتایا ہے۔ وہ زکوٰۃ سے بالکل الگ اور علیحدہ ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس کے رسالہ الوصیت کے مطابق جو مال بصیغہ بہشتی مقبرہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں داخل کرایا جاتا ہے۔ وہ بھی زکوٰۃ سے بالکل الگ ہے۔ غرض زکوٰۃ ایک الگ فریضہ ہے۔ جو باوجود ان مختلف چندوں کے ادا کرنے کے پھر بھی واجب الادا رہتا ہے۔ اور جب تک کہ اسے زکوٰۃ کی نیت سے نہ دیا جائے۔ ادا نہیں ہوتا۔

(۵) کن مالوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

مندرجہ ذیل مالوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ سکے۔ اونٹ۔ گائے۔ بھینس۔ بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ (خواہ نر ہو یا مادہ) تمام غلے۔ کھجور۔ انگور۔ مال تجارت۔

(۶) نصاب زکوٰۃ

جن مالوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے شریعت نے ایک حد اور مقدار معین کر دی ہے۔ پس جو مال اس مقدار سے کم ہو۔ تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ اور اگر اس مقدار کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔ تو اس پر واجب ہو گی۔ اسی مقدار کو نصاب کہتے ہیں۔

(۷) زکوٰۃ کب واجب الادا ہوتی ہے

غلوں۔ کھجوروں اور انگوروں پر تو اسی وقت زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ جب وہ برآمد ہوں۔ لیکن باقی مالوں پر اس وقت واجب ہوتی ہے۔ کہ جب وہ مالک نصاب کے پاس ایک سال رہے ہوں۔ نیز غلوں۔ کھجوروں اور انگوروں پر صرف ایک بار زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور پھر خواہ کتنے سال تک وہ پڑے رہیں۔ ان پر واجب نہیں ہوتی۔ لیکن باقی مال جب تک بقدر نصاب باقی ہوں۔ ہر سال ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

(۸) چاندی کی زکوٰۃ!

چاندی کا نصاب ۵۲ تولہ ۶ ماشہ ہے۔

(۹) چاندی کی زکوٰۃ کی شرح چالیسواں حصہ ہے پس ۵۲ تولہ ۶ ماشہ میں سے ۱ تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی کے برابر زکوٰۃ واجب ہو گی۔

نوٹ:۔ اگر چاندی کے ساتھ کوئی اور دھات ملی ہوئی ہو۔ تو اندازہ لگا لیا جائے گا۔ کہ اس میں چاندی کس قدر ہے۔ اور پھر اس کے مطابق اس پر زکوٰۃ لگائی جائے گی۔

(۱۰) سونے کی زکوٰۃ

سونے کا نصاب ۷ تولہ ۶ ماشہ ہے

(۱۱) سونے کی زکوٰۃ کی شرح بھی چالیسواں حصہ ہی ہے پس ۷ تولہ ۶ ماشہ سونے میں سے ۲ ماشہ ۲ رتی ۴ چاول زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہو گی۔

نوٹ:۔ اگر سونے کے ساتھ کوئی اور دھات ملی ہوئی ہو تو اس کا بھی اندازہ لگا لیا جائیگا۔ کہ اس میں کس قدر سونا ہے اور پھر اس

دعائے مغفرت

میرے والد میاں خیر الدین صاحب مورخہ ۸/۱ / ۵۳ کو بوقت پانچ بجے صبح اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم موصی تھے۔ اور صحابی حضرت مسیح موعود تھے۔ چنیوٹ میں وفات پائی۔ اور ربوہ کے مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔ حضرت امیر المومنین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ احباب مرحوم کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ (عبد الکریم از ربوہ)

(۲) والدہ ماجدہ چوہدری عبد الرحیم خاں صاحب (سابق رئیس کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور) حال چک ۴۵ ج۔ ب ضلع لائلپور چند یوم بیمار رہ کر مورخہ ۶/۱ / ۵۳ اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی عمر قریباً ۹۵ سال تھی۔ مرحومہ نہایت غیور احمدی تھیں۔ حضرت مسیح موعود کے ابتدائی زمانہ میں اپنے خاوند چوہدری غلام احمد خان صاحب کے ہمراہ بیعت کی تھی۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

(خاکسار عبد المجید خان پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ چک ۶۸ ج۔ ب ضلع لائلپور)

چندہ امداد درویشاں کی تازہ فہرست

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

(از مورخہ ۵۲/۱۱/۳۰ تا مورخہ ۵۳/۱/۱۰)

(۲)

گذشتہ اعلان کے بعد جن بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے چندہ امداد درویشاں کی مدمیں یا بعض دوسری متفرق مدات میں رقوم موصول ہوئی ہیں۔ ان کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بہنوں اور بھائیوں کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے اس نیکی کے کام کو قبول فرما کر انہیں حسنات دارین سے نوازے اور جس طرح انہوں نے اپنے مستحق بھائیوں کی امداد میں قدم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں ان کا مددگار و ناصر ہو۔ ومن کان فی عون اخیہ کان اللہ فی عونہ و نعم المولیٰ و نعم النصیر وجزاھم اللہ احسن الجزاء

(خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۳/۱/۱۴)

نمبر	نام	رقم
(۸۶)	مولوی عبدالمالک خانصاحب (امداد درویشاں)	۱/-/-
(۸۷)	مستری اللہ دتا صاحب سکرنڈ بنگالی کرتو	۱/-/-
(۸۸)	ابوالفضل محمود صاحب	-/۴/-
(۸۹)	حمید احمد صاحب جماعت ششم تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ (امداد درویشاں)	۱/-/-
(۹۰)	مولوی جلال الدین صاحب شمس ربوہ	۱/-/-
(۹۱)	محمد یعقوب صاحب	۱/-/-
(۹۲)	شجاعت علی صاحب انسپکٹر بیت المال	۱/-/-
(۹۳)	ناشر صاحب کراچی	۱/-/-
(۹۴)	مولوی میر ولی صاحب مبلغ ہزارہ	۲/-/-
(۹۵)	غلام رسول صاحب سندھ	۵/-/-
(۹۶)	محمود احمد صاحب مختار جامعہ احمدیہ احمد نگر	۱/-/-
(۹۷)	مجید احمد صاحب	۱/-/-
(۹۸)	نور محمد صاحب علی پور	۲/-/-
(۹۹)	احمد خاں صاحب	۲/-/-
(۱۰۰)	غلام قادر صاحب	۱/-/-
(۱۰۱)	سید احمد صاحب	۱/-/-
(۱۰۲)	عطاء الرحمن صاحب	۱/-/-
(۱۰۳)	مستری نور محمد صاحب	۱/-/-
(۱۰۴)	محمد جمیل صاحب	۱/-/-
(۱۰۵)	سید اعجاز احمد صاحب انسپکٹر بیت المال	۱/-/-
(۱۰۶)	مولوی محمد احمد صاحب جلیل ربوہ	۵/-/-
(۱۰۷)	حنیف احمد صاحب	-/۸/-
(۱۰۸)	نور دین صاحب	۱/-/-
(۱۰۹)	عبدالسمیع صاحب	-/۴/-
(۱۱۰)	محمد اسلم صاحب	-/۸/-
(۱۱۱)	ملک محمد شفیع صاحب	۱/-/-
(۱۱۲)	محمد شفیع صاحب اشرف ربوہ	۱/-/-
(۱۱۳)	محمد عبداللہ صاحب	۵/-/-
(۱۱۴)	رفیع الزمان خانصاحب کراچی	۵/-/-
(۱۱۵)	محمود احمد صاحب	۱/-/-
(۱۱۶)	حاجی عبدالحمید صاحب	-/۴/-
(۱۱۷)	نذیر احمد صاحب سیالکوٹی	۱/-/-
(۱۱۸)	مہنی بخش صاحب (امداد درویشاں)	-/۸/-
(۱۱۹)	عبدالسلام صاحب	-/۴/-
(۱۲۰)	محمد رفیق صاحب	-/۴/-
(۱۲۱)	عبدالحق صاحب سٹاکر ربوہ	-/۹/-
(۱۲۲)	محمد عثمان صاحب	-/۴/-
(۱۲۳)	بشیر الدین صاحب	-/۲/-
(۱۲۴)	مبارک احمد صاحب	-/۵/-
(۱۲۵)	محمد اسماعیل صاحب	-/۴/-
(۱۲۶)	مسعود احمد صاحب	-/۲/-
(۱۲۷)	بشیر احمد صاحب	-/۳/-
(۱۲۸)	محمد رشید صاحب	۱/-/-
(۱۲۹)	عبداللہ صاحب	-/۴/-
(۱۳۰)	محمد بخش صاحب سگنیلر	۲/-/-
(۱۳۱)	جان محمد صاحب	۱/-/-
(۱۳۲)	فیروز دین صاحب انسپکٹر ربوہ	۱/-/-
(۱۳۳)	چوہدری عنایت اللہ صاحب چک ۳۵ سرگودھا	۳۰/-/-
(۱۳۴)	ناصر احمد صاحب	-/۴/-
(۱۳۵)	عبدالخالق صاحب ایاز	۵/-/-
(۱۳۶)	ماسٹر ابرار عالم صاحب کوٹلی	۵/-/-
(۱۳۷)	مولوی نورالحق صاحب ربوہ	۱/-/-
(۱۳۸)	رحیم بخش صاحب	۱/-/-
(۱۳۹)	بابو اکرام خانصاحب ملتان	۱۰/-/-
(۱۴۰)	عبدالحکیم صاحب	-/۴/-
(۱۴۱)	محمد حنیف صاحب	۱/-/-
(۱۴۲)	میاں عباس احمد صاحب ربوہ	۵/-/-
(۱۴۳)	کیپٹن حمید احمد سلیم صاحب	۱۰/-/-
(۱۴۴)	چوہدری فضل الرحمن صاحب لیّہ	۵/-/-
(۱۴۵)	غلام رسول صاحب	-/۲/-
(۱۴۶)	چوہدری بشیر احمد صاحب ڈیفنس	۱/-/-
(۱۴۷)	حمید احمد صاحب	-/۴/-
(۱۴۸)	عبدالقدیر صاحب	۱/-/-
(۱۴۹)	منظور احمد صاحب	-/۳/-
(۱۵۰)	منشی سراج الحق صاحب پٹیالوی	-/۴/۹
(۱۵۱)	حکیم عبدالرحمن صاحب	۱/-/-
(۱۵۲)	محمد ابراہیم صاحب ملتان (امداد درویشاں)	۲/-/-
(۱۵۳)	مولوی نورالحق صاحب منیر ربوہ	۲/-/-
(۱۵۴)	مولوی غلام حیدر صاحب	۲/-/-
(۱۵۵)	مولوی عبدالرحیم صاحب عارف	-/۸/-
(۱۵۶)	محمد یوسف صاحب	۱/-/-
(۱۵۷)	مرزا محمد صدیق صاحب	۱۰/-/-
(۱۵۸)	سعید احمد صاحب	-/۸/-
(۱۵۹)	ولایت خاں صاحب	۱/-/-
(۱۶۰)	اقبال احمد صاحب جالندھری حفاظت مرکز ربوہ	-/۸/-
(۱۶۱)	شیخ دوست محمد صاحب (چندہ امداد درویشاں)	۱/-/-
(۱۶۲)	متفرق احباب کی طرف سے جن کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی	۲۲/۱۱/-
(۱۶۳)	نصرت بی بی صاحبہ اہلیہ عبدالستار صاحب علی پور معرفت مولوی نور محمد صاحب بشیر ادریس علی پور (امداد درویشاں) کانٹے طلائی دو عدد انگوٹھی طلائی ایک عدد و ایک چھوٹا ٹکڑا طلائی	
(۱۶۴)	مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین امداد درویشاں	۱۱/-/-

احمدی مبلغین کی مساعی سے امریکن نومسلموں میں کالے اور گورے کے امتیاز ختم ہو چکے ہیں

اسلام جن برائیوں کو روکتا ہے مسلمان انہیں اختیار کرنے سے تبلیغ اسلام میں بہت بڑی روک پیدا کرتے ہیں

لاہور میں امریکن نومسلم مسٹر عبدالشکور رش کی تقریر

لاہور ۱۲ جنوری۔ آج ۱۲ بجے دوپہر تعلیم الاسلام کالج ہال میں ملک عبدالقیوم صاحب بار ایٹ لاء پرنسپل لاء کالج کی زیر صدارت نومسلم امریکن مسٹر عبدالشکور رش نے "امریکہ میں اسلام" کے موضوع پر نہایت پُرمغز تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔ امریکہ کی موجودہ تہذیب و تمدن میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ وہاں کالے اور گورے کا امتیاز زندگی کے ہر شعبہ میں ایک نازک صورت اختیار کر چکا ہے۔ گرجوں۔ تفریح گاہوں بسوں اور ٹریموں میں گورے اور کالے اکٹھے نہیں بیٹھ سکتے۔ امریکہ میں احمدی مسلم مشنریوں نے ہی اپنی مجالس اور عبادت گاہوں میں اس امتیاز کو ختم کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں گورے اور کالے اکٹھے بیٹھتے اٹھتے اور عبادت کرتے ہیں۔

امریکہ کی سوسائٹی میں دوسرا واضح نقص یہ ہے۔ کہ وہاں کے تمدنی اور اقتصادی تقاضوں کی وجہ سے گھریلو زندگی یکسر ناپید ہے۔ والدین کو اس قدر فرصت ہی نہیں ملتی۔ کہ وہ بچوں کی نگرانی کر سکیں۔ اس لئے ماں کی محبت اور باپ کی نگرانی سے محروم رہنے کی وجہ سے بچوں میں آوارگی خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں میں جرائم کے ارتکاب کی رغبت بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ بچوں کے جرائم کا مسئلہ امریکہ میں خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے۔

اسی طرح طلاق کی کثرت بھیانک صورت اختیار کر رہی ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں ایک مقام پر جہاں انتیس ہزار شادیاں رجسٹر ہوئیں۔ وہاں اسی عرصہ میں چھبیس ہزار طلاقیں واقع ہوئیں۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ ۱۹۵۳ء میں ۷۰ فی صدی شادیاں طلاق پر منتج ہونگی۔ امریکہ میں عوام کا اخلاقی معیار اس قدر پست ہے۔ کہ بعض بداخلاقیاں لازمۂ حیات تصور کر لی گئی ہیں۔ شراب نوشی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ اگرچہ امریکہ میں یہ مرض عام ہے۔ مگر حبشی النسل لوگوں میں اسکی شدت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کا علمی معیار بہت پست ہے۔ اور ان کا ماحول کچھ اس قسم کا ہے۔ کہ وہ شراب نوشی ہی میں اپنی مشکلات سے گونہ نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام ان سب باتوں سے روکتا اور ان قبائح کو دور کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ امریکہ میں احمدی مسلم مبلغین کی کوششوں کے نتیجہ میں جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ وہ ان عیوب سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں ایک نیک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر قابل افسوس امر یہ ہے۔ کہ وہاں اسلام کی طرف منسوب ہونے والے ان خرابیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ان کا نمونہ اشاعت اسلام میں ایک بہت بڑی روک بنا ہوا ہے۔ صاحب صدر نے اسلامی برادری میں ایک نئے بھائی کے داخلہ پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نومسلم بھائی کا پرتپاک الفاظ میں خیر مقدم کیا۔ نیز فرمایا امریکہ جو آج دنیا کی راہنمائی کا دعویدار ہے۔ کے لوگوں میں یہ خرابیاں اس لئے ہیں۔ کہ انہوں نے مذہب کی طرف توجہ نہیں دی۔ اعلیٰ تمدن یا دولت کی فراوانی انسانیت کو مذہب سے بے نیاز نہیں کر دیتی۔ نہ قانون مذہب کی جگہ لے سکتا ہے۔ اور نہ رسم و رواج ہمارے طلباء کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ انہیں مذہب کو دقیانوسی اور فیشن کے خلاف سمجھ کر چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ اس کا گہرا مطالعہ کر کے اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ موجودہ تمام مذاہب میں سے اس وقت اسلام ہی اکمل مذہب ہے۔ جو نہ صرف ہماری روحانی تسکین کا باعث ہے۔ بلکہ اس میں روزمرہ کی زندگی کا لائحہ عمل بھی موجود ہے۔ جس پر عمل کر کے ہم کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ جلسہ کی ابتداء تلاوت قرآن پاک سے ہوئی۔ پروفیسر محمد علی صاحب ایم۔ اے نے فاضل مقرر کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ ان کا اصل نام Weldon R. Rush تھا۔ ان کے آباؤ اجداد جرمنی سے ترک وطن کر کے امریکہ کی ایک مغربی ریاست IDAHO میں آباد ہوئے تھے۔ مسٹر عبدالشکور رش نے مئی ۱۹۵۱ء میں جناب خلیل احمد صاحب ناصر ایم۔ اے